ڈاکٹر زاہد منیر عامر

رسمِ خطِ ہندی: ایک مطالعہ

Rasm-e-Khat-e-Hindi - the Hindi script was the script developed for Arabic and Persian languages by Dr John Gilchrist in Forte William College in order to teach these languages to East India Company's officers. Gillchrist has done early and valuable efforts in the field of Urdu grammar. The article represents a detailed study and history of this script.

اُردو زبان نے اپنا رسمِ خط عربی سے حاصل کیا ہے، جس میں بعض مشترک اصوات کے لیے مختلف حروف پائے جاتے ہیں۔ فارسی اور ہندی لہجے سے اس میں کچھ ایسے اضافے بھی ہوئے ہیں جن سے پیدا ہونے والی صوتی تکرار نے رسمِ خط اور املا میں دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔ اُردو زبان کی تفہیم کے حوالے سے یہ ایک اہم موضوع ہے جس پر زیادہ توجہ نہیں دی جا سکی ہے۔ جس کا سبب شاید یہ ہے کہ اپنی زبان میں مزاولت کے باعث معمولی اختلافات خود بخود حل ہو جاتے ہیں اور وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی البتہ ان لوگوں کے لیے جو کسی زبان کو ایک اجنبی کی حیثیت سے سیکھتے ہیں، دشواریوں کا پیدا ہونا ایک حقیقت ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اردو قواعدِ املا اور رسمِ خط سے متعلق کتابیں اور مقالے لکھنے کا سلسلہ غیر ملکیوں کی طرف سے شروع ہوا۔ اُردو قواعد کے بارے میں، جنھیں ہندوستانی زبان کے قواعد بھی کہا جاتا ہے، سب سے پہلے جان جوشوا کیٹلر John Joshua Ketelaer نے قلم اٹھایا، کیٹلر ہالینڈ کا رہنے والا تھا اور ایک سفیر کی حیثیت سے وہ ۱۷۰۸ء سے ۱۷۱۲ء تک بہادر شاہ اول اور جہاں دار شاہ کے درباروں سے منسلک رہا۔ اُس نے اُردو قواعد اور لغت کی کتاب لاطینی زبان میں مرتب کی۔ کیٹلر نے ایران میں بھی سفارتی خدمات انجام دی تھیں لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ وہ فارسی سے بھی واقف تھا اُس نے اپنی لاطینی کتاب میں ہندوستانی الفاظ رومن حروف میں لکھے اور ان کا فارسی رسمِ خط بھی واضح کیا۔ یہ کتاب تخمیناً ۱۷۱۵ء میں لکھی گئی۔ اور لائیڈن سے ۱۷۴۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کے ایک ہی دو برس بعد بنجامن شولز کا رسالہ Grammatica Indostanica ۱۷۴۴ء یا ۱۷۴۵ء میں شائع ہوا۔ یہ بھی لاطینی زبان میں تھا اور اس میں ہندوستانی الفاظ فارسی رسمِ خط میں بھی لکھے گئے تھے۔ قواعدِ اُردو پر انگریزی زبان میں پہلی کتاب مسٹر گلسٹن کی ہے، گلسٹن ایسٹ انڈیا کمپنی کا ملازم اور گورنر ونسیٹارٹ Vansittart کا سیکریٹری تھا۔ گلسٹن کے بعد ۱۷۶۵ء میں ہیڈلے Hadley نے اُردو صرف ونحو پر ایک رسالہ لکھا۔ ہیڈلے ہندوستانی سپاہیوں کا ایک سربراہ تھا، چنانچہ اس نے اپنے سپاہیوں کی زبان کی تفہیم کی غرض سے اس کے قواعد پر یہ رسالہ لکھا۔ یہ رسالہ ۱۷۷۰ء میں ہیڈلے کی نظرِ ثانی کے بغیر شائع ہوا۔ مصنف کی نظرِ ثانی کے بعد اس کی اولین اشاعت ۱۷۷۲ء میں لندن سے ہوئی۔ اور اس کے بعد یہ رسالہ متعدد مرتبہ شائع ہوا۔ ہیڈلے کے بعد فورٹ ولیم کالج کے ڈاکٹر جان گلکرسٹ وہ پہلے مصنف ہیں جنھوں نے ۱۷۹۰ء میں ہندوستانی زبان کا لغت شائع کیا، ہیڈلے کا رسالہ اس کے بعد بھی چھپتا رہا اور اُس نے بعد کی اشاعت (۱۷۹۷ء) میں گلکرسٹ کی کتاب سے استفادہ بھی کیا۔ ہیڈلے کی کتاب میں اُن

Scanned by CamScanner

الفاظ کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے جن کی آوازیں مشترک مگر معانی مختلف ہیں۔

مسٹر جے فرگسن J Furguson نے اپنی کتاب A Short Dictionary of the Hindustan Language (مطبوعہ لندن ۱۷۷۳ء) میں بھی ہندوستانی زبان کے قواعد پر ایک مضمون لکھا تھا۔ ان کے علاوہ بھی بعض مستشرقین نے اُردو قواعد و املا کے حوالے سے اظہار خیال کیا ۱؎ اب تک جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس سے قواعد زبان اور رسم خط اردو کی توضیح کی کوششوں میں ڈاکٹر جان گلکرسٹ کا زمانی مرتبہ متعین ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر جان گلکرسٹ نے ہندوستانی زبان کے قواعد پر اپنی کتاب A Grammer of the Hindoostanee Language ۱۷۹۶ء میں شائع کی۔ اردو یا ہندوستانی زبان کے قواعد کی وضاحت کے سلسلے میں گلکرسٹ کی کوششیں بلاشبہ لائق تحسین تھیں اور اس وقت کی برطانوی حکومت نے ان کے علمی منصوبوں میں تعاون کے ذریعے ان کی تحسین بھی کی گلکرسٹ نے سولہ کتابیں تصنیف یا تالیف کیں ،جن میں بیشتر کا موضوع لغت یا اردو گرامر ہے A Grammer of the Hindoostanee Language انگریزی زبان میں لکھی گئی۔ یہ کتاب دراصل گلکرسٹ کی ہندوستانی لسانیات پر ضخیم تصنیف کا ایک حصہ ہے جس کی جلد اول ۱۷۸۶ء، اور جلد دوم ۱۷۹۰ء میں شائع ہوئی۔ تیسرا حصہ جو ہندوستانی گرامر پر مشتمل ہے ۱۷۹۶ء میں کرانیکل پریس کلکتہ سے شائع ہوا۔ سرورق کی عبارت کے مطابق اس کا پورا نام A Grammar of the Hindoostanee Language or Part third of vol First of a System of Hindoostanee Philology ہے۔ اس کے بعد لغت و قواعد کا ضمیمہ ۱۷۹۸ء میں شائع ہوا۔ فورٹ ولیم کالج کے نصاب میں شامل ہونے کی وجہ سے یہ کتاب متعدد بار شائع ہوئی ۲؎

ضخامت اور زبان کے باعث اس کتاب کی تلخیص و ترجمے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ خدمت فورٹ ولیم کالج کے منشی میر بہادر علی حسینی نے انجام دی۔ حسینی نے اس تلخیص و ترجمے کا نام رسالہ گلکرسٹ رکھا۔ مولوی سید محمد ۳؎، رام بابو سکسینہ ۴؎ حامد حسن قادری ۵؎ محمد یحیٰ تنہا ۶؎ کے مطابق یہ رسالہ ۱۸۱۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ گریرسن نے اس کا سنہ اشاعت ۱۸۲۰ء بتایا ہے۔ ۷؎ یہی نسخہ خلیل الرحمٰن داؤدی (مرحوم) کی ترتیب کے ساتھ دسمبر ۱۹۶۲ء میں مجلس ترقی ادب سے شائع ہوا۔ (ایک اطلاع کے مطابق حال ہی میں اس کی دوسری اشاعت ۲۰۰۸ء عمل میں آئی ہے)

فورٹ ولیم کالج سے حفیظ الدین احمد کا کیا ہوا پنچ تنتر کا اُردو ترجمہ خرد افروز کے نام سے شائع کیا گیا تھا، اس ترجمے میں کپتان ٹی روبک نے ایک دیباچہ لکھا تھا، اس دیباچے کے آخر میں روبک لکھتا ہے "ہندوستان کے مقامی لوگوں کی آگاہی کے لیے یا ان طلبہ کے لیے جو اس زبان میں اعلیٰ استعداد پیدا کر چکے ہیں، میں نے 'رسم خط ہندی' بھی اس کے ساتھ شامل کر دی ہے۔ یہ رسم خط اُس ترقی یافتہ طرزِ کتابت سے عبارت ہے، جسے گلکرسٹ نے ہندوستانی زبان کو فارسی یا عربی حروف تہجی میں لکھنے کے لیے اختیار کیا ہے تاکہ زبان سیکھنے میں اور عام مطالعے میں سہولت پیدا ہو جائے۔ ہندوستانی زبان کی تمام مطبوعات جو اب تک پریس سے نکلی ہیں، بغیر کسی استثنا کے، اسی رسم خط میں چھپی ہیں۔" ۸؎

یہی تحریر شیر علی افسوس کی باغ اردو میں بھی شامل ہے جس میں افسوس نے تمہیداً لکھا ہے کہ "صاحبانِ دانش پر ظاہر ہو (کہ) جو رسالہ جناب مسٹر جان گلکرسٹ دام اقبالہ نے واسطے رسم الخط و اعراب کے بنایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے" ۹؎ گمان غالب ہے کہ یہ تحریر فورٹ ولیم کالج کی دوسری مطبوعات میں بھی شامل کی گئی ہوگی۔ عتیق صدیقی نے اپنی کتاب گلکرسٹ اور اس کا عہد میں اس تحریر کو "جدید ہندوستانی کے چند ابتدائی نمونے" کے عنوان کے تحت شامل کیا۔ ۱۰؎ افسوس کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ یہ عبارت گلکرسٹ کے رسالے کا خلاصہ ہے لیکن وہ رسالہ کون سا ہے؟ اس کی نشان دہی نہیں ہو سکی گلکرسٹ اور اس کا عہد میں اس کی تمام تصانیف کی فہرست دی گئی ہے لیکن اس نام کا کوئی رسالہ اس فہرست میں نہیں گلکرسٹ کی تمام تالیفات و تصنیفات ہمارے پیش نظر نہیں۔ یوں تو اس کی سبھی تصانیف و تالیفات ہندوستانی لسانیات

سے متعلق ہیں لیکن اس تحریر کا متن The Hindoostanee Directory or Student's Introductor & Principles Hindoostanee کے موضوعات سے قریب تر ہے کچھ عرصہ قبل راقم کے ایک غیر ملکی دوست نے گلکرسٹ کی اس عبارت کی تفہیم میں مدد چاہی تو ان کی سہولت کے ذیل کی تحریر سپردِ قلم کی گئی۔ جسے اب افادۂ عام کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے آخر میں حوالے ایزاد کر دیے گئے ہیں۔

ہندوستان کے مقامی لوگوں کی آگہی اگر محض اس لیے ہو کہ انھیں ایک غیر ملکی کے وضع کردہ طریقِ خواندگی کی اطلاع ہو جائے تو درست ہے بصورتِ دیگر مقامی لوگوں کو اس طریقِ کار کی احتیاج نہیں تھی، البتہ روبک کی دوسری بات کہ یہ رسمِ خط ان طلبا کے لیے ہے جو اس زبان میں اعلیٰ استعداد پیدا کر چکے ہوں، قابلِ غور ہو سکتی تھی لیکن اس میں بھی ایک اشتباہ موجود ہے جو طالبِ علم اُردو میں اعلیٰ استعداد پیدا کر لے اُسے الفاظ کی حرکات سے اتنی آشنائی ہو جاتی ہے کہ وہ ایسے قواعد کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ رسمِ خط ہندی کے عنوان سے پیش کی جانے والی یہ تحریر البتہ ان طالب علموں/ غیر ملکیوں کے لیے مفید ہوگی جو اُردو زبان سیکھنے کی ابتدا کر رہے ہوں، یہ تحریر چونکہ اپنی نوعیت کی پہلی تحریر ہے جس میں اُردو خواندگی کے مسائل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے اس لیے اہم ہے۔ ایک تاریخی دستاویز کے طور پر اس کا مطالعہ و تجزیہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ یہ تحریر جیسا کہ پہلے ذکر ہوا خـرد افروز کی دوسری جلد کے آخر میں ''رسمِ خطِ ہندی'' کے عنوان سے شامل ہے۔ اس کے آغاز میں بھی مقصود ''عبارت پڑھنے میں آسانی'' بتایا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اجنبیوں کے علاوہ جن کی یہ زبان ہے وہ بھی اٹکتے ہیں۔ یہ بات خلافِ واقعہ ہے، تاہم یہ عبارت دراصل اردو متون کے مطالعے میں پیش آنے والی دقتوں کو رفع کرنے کے لیے ایزاد کی گئی ہے۔ اردو عبارت کی خواندگی کے مسائل بہت سے ہیں۔ یہ مسائل اس صورت میں اور بڑھ جاتے ہیں جب پڑھنے والا غیر ملکی ہو اور اردو زبان کے عربی رسم الخط سے کما حقہ واقف نہ ہو۔

گلکرسٹ نے اس تحریر میں خواندگی کے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے تئیں اردو عبارت کی خواندگی کا طریق کار وضع کیا ہے جو ضروری نہیں کہ معیاری یا حتمی ہو۔

۱۔ گلکرسٹ کا بیان کردہ پہلا اصول یہ ہے کہ:

''ایک کلمے کے حروف سوائے حروفِ علت ساکن بدون نشان فتحہ وسکون کے ہمیشہ مفتوح وساکن تلفظ میں رہیں گے مگر جہاں نشان فتحہ ضرور ہوگا دیا جائے گا''

اس جملے کی توضیح:

اردو عربی میں حروف علت تین ہیں یعنی وٓ آ اور یے

کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جس کلمے میں ساکن حروف علت کے سوا حروف ہوں اور ان پر کوئی زبر (فتحہ) یا سکون (جزم) کا کوئی نشان بھی نہ ہو انھیں زبر کے ساتھ پڑھا جائے یا وہ ساکن ہوں گے عام طور سے چونکہ اردو میں اعراب نہیں لگائے جاتے صرف ان مقامات پر اعراب لگائے جاتے ہیں جہاں کوئی وضاحت درکار ہو، اس لیے کہا گیا ہے کہ ''جہاں نشان فتحہ ضرور ہوگا دیا جائے گا'' انھوں نے اپنے وضع کردہ اس اصول کی توضیح کے لیے کوئی مثال پیش نہیں کی ہے، کوئی مثال پیش کرنے سے پہلے مناسب ہو اگر گلکرسٹ کی مابعد کی عبارت بھی دیکھی جائے:

''پہلا حرف متحرک ہے خطاً سوائے فتحہ کے اور دوسرا ساکن بغیر علامت کے اگر مفتوح نہ ہو ولاّ متحرک خطاً ہوگا۔ تیسرا متحرک ہے بدون نشان فتحہ کے اگر ساکن نہ ہو چوتھا ساکن ہے بدون علامت کے جو متحرک نہ ہو۔

یعنی لفظ کی ترتیب اصوات یوں ہوگی

حرکت.....سکون.....حرکت.....سکون

Scanned by CamScanner

اس کی مثال لفظ 'سرگرم' سے دی جا سکتی ہے جس میں س مفتوح ر ساکن گ مفتوح ر ساکن ہے، میم کی صورت حال گلکرسٹ کے اگلے اقتباس سے واضح ہوگی:

حرف پانچویں اور چھٹے کو بھی بالترتیب مثل تیسرے اور چوتھے کے قیاس جاننا چاہیے اور آخر حروف کلمے کا ہمیشہ ساکن ہے اگر اضافت وعطف نہ ہو۔

گویا سرگرم کی میم ساکن ہے البتہ اگر یہ لفظ پانچ کی بجائے چھ حرفی ہو تو یہ میم متحرک ہو جائے گی جیسے "سرگرمی" اور اگر کلمے میں تعدادِ حروف اس سے بھی بڑھ جائے تو "ی" بھی متحرک ہو جائے گی جیسے "سرگرمیاں" تاہم کلمے کا آخری حرف ساکن رہے گا جیسے سرگرمی کی صورت میں "ی" اور سرگرمیاں کی صورت میں نون غنہ اس کے بعد گلکرسٹ نے لکھا ہے کہ "اگر اضافت وعطف نہ ہو" درست ہے یعنی جب دو الفاظ مل کر مرکب اضافی بنائیں گے تو آخری حرف کے سکون کی شرط ختم ہو جائے گی جیسے سرگرمِ عمل، صبحِ بہار، چراغِ محفل وغیرہ۔

کلمے کا آخری حرف ساکن ہونا بھی اُردو میں مستعمل تمام الفاظ کی صورت میں ممکن نہیں ہے، جیسا کہ گلکرسٹ نے لکھا ہے "مگر کئی لفظ مرکب عربی کے مثلاً اقبالہٗ، وعلیہِ وغیرہ یعنی جب عربی الفاظ جو عام طور پر صفت یا دعا کے طور پر لائے جاتے ہیں آخری حرف کے سکون سے عاری ہوتے ہیں، دو مثالیں گلکرسٹ نے دی ہیں مزید الفاظ: مجدہٗ، فیضہٗ، وجہہٗ، برکاتہٗ وغیرہ وغیرہ ہیں۔

۳۔ "واسطے رفع اشتباہ کے جو واو یا 'یا' اور کوئی حرف مفتوح کلمہ ثلاثی وغیرہ میں بجائے عین کلمے یا سوائے عین کلمے کے آویں سوان کو خطاً مفتوح کیا گیا؛ مثلاً ہوا، خبر و لاجورد و پرورد"

ثلاثی سے مراد وہ الفاظ ہیں جو تین حروف پر مشتمل ہوں انھیں عربی میں ثلاثی مجرد بھی کہا جاتا ہے، عین کلمے سے مراد درمیانی حرف ہے عربی میں ثلاثی مجرد کے حروفِ اصلی تین ہیں یعنی ف، ع اور ل اُردو کے کلماتِ ثلاثی کی حرکات بتاتے ہوئے ان کے پہلے حرف کو 'ف کلمہ' دوسرے کو 'ع کلمہ' اور تیسرے کو 'ل کلمہ' کہا جاتا ہے۔ یعنی ف 'ع' اور 'ل' کی جگہ لینے والے حروف۔ گلکرسٹ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کلماتِ ثلاثی میں 'ع' کلمے پر زبر پڑھا جائے گا مثلاً 'ہوا' میں ہ، ف کلمہ ہے 'و'، عین کلمہ ہے اور الف، لام کلمہ ہے۔ گلکرسٹ کے مطابق عین کلمہ مفتوح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ 'و' پر زبر پڑھا جائے۔ ثلاثی پر اضافے کی صورت میں گلکرسٹ اگلے حروف کو مفتوح پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں۔

۴۔ "واو و یائے معروف دونوں بغیر نشان کے ہیں اور صورت ان کی کلمے کے بیچ میں ایسی 'و' 'ی' اور آخر میں ایسی 'و'، 'یہ' مگر یائے شوشہ دار کے نیچے دو نقطے ہیں اور یائے دامنی بدون نقطوں کے ہے۔ چنانچہ نور، نیر، تو، کی"

بات واضح ہے اُردو میں واو اور یا دو صورتوں میں مستعمل ہیں جنھیں معروف اور مجہول کہا جاتا ہے، معروف کی مثال 'نور' اور 'آئی' ہیں، مجہول کی مثال میں 'غور' اور 'لائے' پیش کیے جا سکتے ہیں۔ گلکرسٹ کہتے ہیں کہ واو اور یا اگر معروف صورت میں اور کلمے کے بیچ میں آئیں تو ان پر کسی نشان کی ضرورت نہیں، سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں معروف آواز درکار ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یا جب کلمے کے آخر میں آئے گی تو بے نقطہ ہوگی۔ کلمے کے درمیان میں / یائے شوشہ دار ہونے کی صورت میں اس کے نیچے دو نقطے لگائے جائیں گے۔

۵۔ "واو مجہول مطلقاً اور یائے مجہول جو بیچ میں واقع ہو اس کی علامت کا نشان جزم مدور مقرر کیا۔"

چونکہ ایک اجنبی شخص کے لیے واو اور یا کی معروف و مجہول صورت میں امتیاز مشکل ہے اس لیے گلکرسٹ کہتے ہیں کہ اگر واو اور یا بغیر کسی نشان کے ہوں تو انھیں معروف پڑھا جائے مجہول آواز کی صورت میں ان پر جزمِ مدوّر (ہ) لگایا جائے گا۔

۶۔ ''یاے مجہول آخر میں معکوسی بدون نقطے کے لکھا جیسا کے''

یاے مجہول اور یاے معکوسی دونوں سے مراد بڑی ے ہے اور جب ے کلمے کے آخر میں آتی ہے تو بے نقطہ ہوتی ہے

۷۔ ''یاے ساکن ماقبل مفتوح کی علامت کا نشان جزم غیر مدور ٹھہرایا''

جزم غیر مدور سے مراد نشان ۷ ہے۔

۸۔ '' واو جمع کا ہمیشہ مجہول رہتا ہے، اس واسطے کوئی علامت اس کی مقرر نہیں کی؛ مثلاً لڑکو، لڑکوں''

اس کی مزید مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں جیسے لوگو، لوگوں، غلامو، غلاموں، بندو، بندوں وغیرہ وغیرہ ان سب میں واوجمع مجہول آواز پیدا کر رہا ہے۔

۹۔ ''جو ہمزہ ملینہ مثل لفظ گھایل وغایب وآزمایش وغیرہ میں ہے اسے بہ صورت یاے غیر منقوط مکسور کے لکھا اور اس کے اوپر ہمزہ بنایا جو گھائل وغائب وآزمائش''

مراد یہ ہے کہ گھایل، غایب، آزمایش وغیرہ الفاظ اصلاً ''ے'' کے ساتھ ہیں، لیکن خواندگی میں 'ے' نرم ہو کر ہمزے سے بدل جاتی ہے اس لیے اسے ہمزۂ ملینہ کہا گیا ہے۔ گلکرسٹ بتا رہے ہیں کہ اس نوع کے الفاظ کو 'ے' کے بجائے ہمزۂ ملینہ سے لکھا گیا ہے۔

۱۰۔ ''نون مغنونہ اگر ان حرفوں ب پ د ج چ ك گ کے ساتھ نہ آوے، تب تو اس کی علامت حروف کے بیچ میں بہ صورت جزم مدور کے ایسی ہے 'یہ' اور آخر میں صورت اس کی نون بے نقطہ ایسی 'ں' اور نون اظہار جیسا تلفظ وصورت میں قدیم تھا ویسا ہی رہا جوں منجن''

مذکورہ حروف کے علاوہ دیگر حروف کے ساتھ مل کر آنے والے نون غنہ کے لیے حروف کے درمیان میں جزمِ مدور کی علامت لگانا بتایا گیا ہے، یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ بعض الفاظ کی ساخت مرورِ زمانہ سے تبدیل ہو چکی ہے مثلاً پاؤں کی پرانی شکل پانو تھی، گاؤں کی پرانی شکل گانو، چھاؤں کی پرانی شکل چھانو، اس صورت میں نون کا نقطہ تو درج ہو جاتا تھا لیکن یہ واضح نہیں ہوتا تھا کہ یہاں اعلانِ نون نہیں بلکہ نون غنہ مراد ہے تو گلکرسٹ اس کے لیے جزمِ مدور کی علامت متعین کر رہے ہیں گویا پاؤں یوں لکھا جائے پا°نو اور اگر نون غنہ آخر میں آئے گا تو نونِ غیر منقوط کی طرح بغیر کسی علامت کے لکھا جائے گا مثلاً یہاں، کہاں، وہاں وغیرہ البتہ اگر آخر میں اعلانِ نون درکار ہو تو وضاحت سے نقطہ درج کیا جائے گا، مثلاً کان، جان، آن وغیرہ۔

۱۱۔ ''الف مقصورہ جو بہ صورت یا کے ہے اس کے دامن میں ایک نشان بہ صورت خنجری زبر (ىٰ) کے دیا گیا جیسا 'موسیٰ' اور الف ممدودہ پر مد جوں 'آب' اور حرف مشدد پر تشدید لکھا۔''

الف مقصورہ سے مراد وہ الف ہے جس پر مد نہ ہو یعنی غیر ممدودہ۔ عربی الفاظ میں یاے معروف پر ختم ہونے والے الفاظ میں بھی الف مقصورہ پڑھا جاتا ہے جیسے عیسیٰ، موسیٰ، تقویٰ، دعویٰ، طوبیٰ، عظمیٰ، فتویٰ، عقبیٰ، لیلیٰ، نصاریٰ، غنویٰ وغیرہ۔ گلکرسٹ اس اصول کی وضاحت کر رہے ہیں کہ 'ی' پر آنے والا خنجری زبر 'ی' کی آواز کو الف مقصورہ کی آواز سے تبدیل کر دیتا ہے۔

الف ممدودہ سے مراد وہ الف ہے جس پر مد ہو جیسے آم، آج، آگ وغیرہ میں آنے والا الف۔ یہ دراصل دو الف کا مجموعہ ہے پرانے روشِ املا میں ان لفظوں کی صورت اام، ااج، ااگ تھی۔ املا میں ہونے والی ترقیوں سے دو الف کے لیے مد کی علامت وضع کی گئی، چنانچہ اب مد سے دو الف کی آواز مراد لی جاتی ہے اور الف پر ایک خاص نشان ~ لگایا جاتا ہے گلکرسٹ اسی بات کی وضاحت کر رہے ہیں۔

Scanned by CamScanner

اردو میں جب کسی حرف کو دو بار پڑھنا مقصود ہوتو اسے دو بار لکھنے کی بجائے ایک ہی بار لکھ کر اس پر تشدید کی علامت (ّ) بنادی جاتی ہے، گلکرسٹ کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے اپنی مطبوعات میں اس علامت کی پابندی کی ہے۔

۱۲۔ ''جس لفظ میں صوتِ دراز ہو اس میں بھی ایک خنجری زبر دیا''

یہ بھی عربی الفاظ کی خواندگی کا ایک اصول ہے کہ لمبی آوازوں کے لیے ہمزہ کی بجائے خنجری زبر استعمال کیا جاتا ہے جیسے الٰہی، زکوٰۃ، مشکوٰۃ، صلوٰۃ، لہٰذا، الٰہیات وغیرہ۔ ان مثالوں میں لام کاف اور کاف کے بعد آنے والا خنجری زبر الف کی نمائندگی کررہا ہے۔

۱۳۔ ''تاے ہندی میں دو نقطوں کے اوپر ایک خط عرضی اور راے و دال ہندی پر بھی وہی خط عرضی مقرر کیا۔''

اردو حروف تہجی میں شامل ہوجانے والی ہندی اصوات کے لیے پہلے خاص علامات مقرر نہیں تھیں چنانچہ ٹ، ڑ، ڈ وغیرہ ت ز اور ذ ہی کی طرح لکھے جاتے تھے البتہ ان کے نقطوں پر ایک چھوٹا خط بڑھا دیا جاتا تھا ت ز ذ اس خط سے معلوم کیا جاتا تھا کہ یہ حروف ت ز ذ نہیں بلکہ ٹ ڑ ڈ ہیں، گلکرسٹ نے اسی روش کی نشان دہی کی ہے۔

۱۴۔ ''ہاے مختفی فارسی کے لفظوں میں جو مستعمل ہے ہندی میں اکثر ساتھ یاے مجہول کے بدل ہوتی ہے، اہل ہند کے محاورے میں جیسا 'مردے' 'کو'

ہاے مختفی کا 'ے' سے تبادلہ بلا وجہ نہیں ہوتا بلکہ لہجہ اس کا مطالبہ کرتا ہے جیسے ''میں آگرے سے آیا'' میں آگرہ کی ہ کو ے سے بدلا گیا ہے اسے امالہ کرنا کہتے ہیں اور امالہ کرنا فصحا کا طریقہ ہے، اس کے لیے اصول بھی موجود ہے۔ امالے کا اصول یہ ہے کہ وہ الفاظ جو ہ یا الف پر ختم ہوں اور ان کی جمع بڑی 'ے' سے بن سکتی ہو اور ان کے بعد حروفِ مغیرہ آرہے ہوں تو ان کی ہ یا الف کو بڑی ے سے بدل دیا جائے گا۔ حروفِ مغیرہ سے مراد 'کو، سے، میں، پر، کا، کے، کی، تک، نے' وغیرہ ہیں، مثلاً معاملہ، مکہ، مدینہ، افسانہ، دیوانہ وغیرہ کے بعد اگر حروف مغیرہ آئیں تو انھیں معاملے، مکے، مدینے، افسانے، دیوانے سے تبدیل کردیا جائے گا۔

۱۵۔ ''حرف کاف فارسی پر دو مرکز جو قدیم سے ہیں سو ہی رہے''

کافِ فارسی گاف کو کہا جاتا ہے، گ پر دو مرکز قدیم سے نہیں تھے بلکہ پہلے ک اور گ دونوں ک ہی کی طرح لکھے جاتے تھے، ک کو گ سے ممیز کرنے کے لیے ک کے مرکز پر پہلے پہل دو نقطے بڑھائے گئے جو بعد ازاں ایک چھوٹی ط سے تبدیل ہوئے، ک پر دو مرکز بنا کر 'گ' بنانا بہت بعد کی اصلاح ہے۔

حوالے اور حواشی

١۔ تفصیل کے لیے دیکھیے خلیل الرحمٰن داؤدی: رسالہ گلکرسٹ سے قدیم تر لغات وقواعد زبان اردو کی کتابیں، مقدمہ؛ قواعد زبان اردو مشہور بہ رسالہ گلکرسٹ لاہور: مجلس ترقی ادب طبع اول دسمبر ۱۹۶۲ء مضمون میں مندرج اردو کی لغات کے ارتقائی سفر کی معلومات اسی مقدمے سے مستفاد ہیں

٢۔ محمد عتیق صدیقی گلکرسٹ اور اس کا عہد (بعد ترمیم واضافہ) دہلی: انجمن ترقی اردو ہند دوسری اشاعت ۱۹۷۹ء ص ۷۳

٣۔ ارباب نثر اردو لاہور: مکتبہ معین الادب ۱۹۵۰ء

Scanned by CamScanner

۴۔ تاریخ ادبِ اردو مترجمہ مرزا محمد عسکری لکھنو: نول کشور پریس س۔ن

۵۔ داستان تاریخ اردو کراچی: اردو اکادمی سندھ ۱۹۶۶ء

۶۔ سیر المصنفین لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز س۔ن

۷۔ Linguistic Survey of India Vol 9 Part 1 Page 19 بحوالہ خلیل الرحمٰن داؤدی محولہ بالا ص ۴۸

۸۔ حفیظ الدین احمد (مترجم) خرد افروز لاہور: مجلس ترقی ادب جلد اول ص ۳۱۲

۹۔ محمد عتیق صدیقی گلکرسٹ اور اس کا عہد محولہ بالا ص ۲۶۲

۱۰۔ ایضاً ص ۲۲۵

Scanned by CamScanner